صاحبزادہ محمد بنوری

حضرت اباّ جان کا آخری سفر

۷؍اکتوبر کی شام بعد نمازِ عصر ابا جان رحمۃ اللہ علیہ گھر کے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے‘ میں چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھا تھا، فرمایا ۱۳ اکتوبر جمعرات کو اسلامی کونسل کے اجلاس کے لئے اسلام آباد جانا ہے‘ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ چونکہ مجھے ۱۸ کو لاہور جانا ہی تھا، تو میں نے عرض کیا کہ اس دفعہ میں آپ کے سفر میں ساتھ ہوں گا۔ آپ ۱۷ کو اجلاس سے فارغ ہوکر کراچی تشریف لے آئیں گے اور میں اگلی صبح لاہور چلا جاؤں گا، بہت ہی خوش ہوئے‘ فرمایا: بہت ہی اچھا رہے گا۔ اس سے قبل بھی حرمین شریفین میں نیز افغانستان اور اندرون ملک بھی ساتھ سفر کی سعادت نصیب ہوئی‘ لیکن بطور خادم کے یہ میرا پہلا سفر تھا۔ کیا معلوم تھا کہ: میرا یہ ان کے ساتھ آخری سفر ثابت ہوگا۔ ان کی زیارت کرکے جو سکون نصیب ہوتا تھا اور نالۂ سحری کی دعاؤں سے جو ہمارے لئے نجات کا ذریعہ تھیں اور اس عظیم نعمت سے جن کا دنیا میں کوئی بدل نہیں اور یوں پلک جھپکتے ہی محروم ہو جائیں گے اور آہ! ان کو مدظلہ کی بجائے ہمیں رحمۃ اللہ لکھنا پڑے گا۔ ان کی چند یوم کی مفارقت ہمارے واسطے ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ وہ آج ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے اور اب ہمارے واسطے رضاء بالقضاء کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ **ان للہ مااخذ ولہ مااعطی ولکل شئی عندہ الی اجل مسمّٰی۔**

جمعرات ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۷ء صبح کی پہلی فلائٹ سے اسلام آباد روانہ ہوئے۔ مولانا تقی صاحب بھی اسی جہاز میں ہمراہ تھے‘ ایک گھنٹہ تیس منٹ کی پرواز کے بعد دس بجے کے قریب اسلام آباد پہنچے۔ حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جہاز کے پاس کرسی لائی گئی‘ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اس میں لاؤنج میں تشریف لے گئے۔ سامان میں کافی تاخیر ہوئی‘ فرمارہے تھے کہ: تعجب ہے اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ ایئرپورٹ پر قاری سعید الرحمٰن صاحب بھی موجود تھے۔ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اپنی قیام گاہ ایم این اے ہاسٹل پہنچے۔ وضو فرمایا۔ چائے نوش فرمائی اور اجلاس

مجھے قریب بلایا اور فرمایا کہ: کل سے میں نے قضاء حاجت نہیں کی، کیونکہ جس طرح ڈاکٹر کرانا چاہتے ہیں، وہ میں نے پسند نہیں کیا اور جس طرح میں کرنا چاہتا تھا اس کی ڈاکٹروں نے اجازت نہیں دی۔ اب میں صبح فارغ ہوا ہوں اور اب پھر کل کی طرح تکلیف محسوس ہورہی ہے، لیکن ہلکی ہلکی۔ تم کراچی لے جانے کا انتظام کرلو۔

میں نے عرض کیا کہ کراچی سے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب (جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے معالج خصوصی اور ابا جان رحمۃ اللہ علیہ سے بہت تعلق تھا اور ابا جان رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے مانوس تھے) کراچی سے آج شام پہنچ جائیں گے۔ ان سے مشورہ کرلیا جائے گا۔ میں اجازت لے کر واپس باہر آیا، کیونکہ مجھے وہاں پر ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی اور اللہ کے سپرد کردیا۔ آہ! یہ میرے ساتھ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی آخری گفتگو تھی۔ کسے معلوم تھا کہ اب ہمیں ان کی گفتگو سننا نصیب نہ ہوگی۔ شام کو ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کراچی سے تشریف لے آئے اور گیارہ بجے ابا جان کا معائنہ کیا اور مجھ سے کہا کہ ان کو ایمرجنسی روم میں مزید تین روز رہنا پڑے گا اور ایک مہینہ تک سفر کے قابل نہیں ہوں گے۔ تم صبح ساڑھے آٹھ بجے قاری سعید الرحمٰن صاحب کے ساتھ بریگیڈیئر کے ڈی حسن سے مل لینا اور ان سے کرنل لطیف اختر کی بجائے کرنل ذوالفقار صاحب کے معالج ہونے کی درخواست کرنا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ: اس وقت تو کوئی تشویش کی بات نہیں، لیکن آئندہ چند روز شدید احتیاط کی ضرورت ہوگی اور یہ بھی کہا: ابا جان سے جب میں نے مکمل آرام کی درخواست کی تو فرمایا کہ: اب میں نہیں اٹھوں گا۔ (کسے معلوم تھا کہ بے شک چند لمحوں کے بعد وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوجائیں گے اور واقعی وہ کبھی نہیں اٹھیں گے)۔

صبح ساڑھے آٹھ بجے بریگیڈیئر سے ملاقات کی، انہوں نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور مجھ سے کہا کہ: تم ہسپتال تو نہیں گئے؟ میں نے کہا کہ: میں گیا نہیں ہوں، ابھی جاؤں گا۔ میں اس کے اس اشارہ کو سمجھ نہ سکا۔ قاری صاحب کو تنہائی میں ابا جان کے سانحہ وفات کی خبر بتلائی۔ میں ہسپتال پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ صبح پانچ بجے رحلت فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! لیکن ہمیں اتنی تاخیر کی اطلاع سے اور شدید صدمہ ہوا، لیکن کیا کرسکتے تھے۔ سوائے رضاء بالقضاء کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہاں پر دو واقعات لکھ دوں: ابا جان رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں مرتے وقت تک بولتا رہوں گا، میرے بولنے سے اندازہ مت لگاؤ کہ میری صحت کتنی گرگئی ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ پاک سے میں یہی دعا کرتا ہوں کہ جب تک میری حیات باقی ہو، کسی کا محتاج نہ بنوں اور میری زندگی اگر مقدر ہو تو چار چیزوں کے ساتھ۔ ۱:... صحت ۲:... قوت ۳:... ہمت ۴:... توفیق مرضیات۔ فرمایا یہی چاروں چیزیں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔

اللہ پاک نے ان کی دونوں تمنائیں پوری فرمائیں اور آخر وقت تک کسی کے محتاج نہیں رہے اور آخر وقت تک بولتے رہے۔ آخر وقت میں کیا ہوا' کیا نہیں ہوا' اس کی ہمیں کچھ خبر نہیں' کیونکہ ہم میں سے کسی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی' لیکن ایک صاحب نے آخر وقت کی تفصیل ہسپتال والوں سے معلوم کی تو معلوم ہوا کہ صبح ساڑھے چار بجے بیدار ہوئے۔ وضو فرمایا اور متعین ڈاکٹر سے فرمایا کہ: تکلیف ہو رہی ہے۔ اس نے فوراً انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمایا کہ: بس میرا عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے، جا رہا ہوں اور وصال فرما گئے۔ کراچی لے جانے کے انتظامات کئے گئے۔ بارہ بجے کے قریب جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ میں غسل دیا گیا اور تکفین کی گئی۔ تین بجے نماز جنازہ ہوئی۔ پانچ بجے کے جہاز سے کراچی لے جایا گیا اور یہاں جنازہ کے بعد مدرسہ کے احاطہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وارضه وارض عنه واكرم نزله ووسع مدخله وادخله الجنة اللهم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده وصلى الله تعالىٰ على خير البرية سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين وبارك وسلم

''جہاں تک اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور راہنماؤں کا تعلق ہے، ن کو سمجھنا چاہئے کہ اس اندھا دھند تجدد و مغربیت اور تشکیک سے خواہ وقتی طور پر ان کو اور ان کے جانشینوں کو فائدہ پہنچے مجموعی طور پر ملت کو ایسا نقصان پہنچے گا اور اس کی جڑیں اس طرح ہل جائیں گی کہ صدیوں تک اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔''

(بصائر و عبر، شوال المکرم ۔ ۱۳۸۸ھ)